

قدیم عربی نظام تعلیم سے متعلق

مولانا عبدالحق کے وزارتِ تعلیم کو مفید مشورے

نئی تعلیمی پالیسی میں قدم عربی نظام تعلیم سے متعلقہ حصہ کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے جو مشورے وزارتِ تعلیم کو بھیجے تھے انہیں یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

لاڈ میکالے کے نظام تعلیم نے نہ تو دینی کی خدمت کی اور نہ مملکت کی فلاح اور ترقی کے لیے کوئی خاطر خواہ رہنمائی کی اور اس عرصہ میں مدارس عربیہ نے اگرچہ دنیائی علوم اور دنیاوی مفاد سے سروکار نہ رکھا مگر دین اسلام کے تحفظ کا کام تو ان مدارس نے انجام دے ہی دیا۔ اگرچہ ہمارے خیال میں دنیوی علوم اور ترقی سے بے اعتنائی کا الزام بھی ان مدارس پر صحیح نہیں مگر تھوڑی دیر کے لیے اگر یہ بات مان لی جاسے تب بھی یہ الزام درست نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارا نظریہ ہے کہ تمدن اور اخلاق و معاشرت کی اصلاح اور تعمیر ہی دنیوی ترقی کا سبب ہے۔ آج بھی جن لوگوں میں مذہب کی حرمت باقی ہے ان میں بے دین اور لامذہب لوگوں کی بنسبت برائیاں بہت کم ہیں تو جس قوم میں دین ہوگا اس کو حقیقی دنیوی ترقی بھی میسر ہوگی وہ ملک و ملت اور قوم و حکومت کا خیر خواہ اور اپنے فرائض کی بجا آوری کرنے والا ہوگا اس لحاظ سے ایک نظر باقی مملکت جس کی اساس اسلام ہو جس کی بقاء مذہب اور مذہبی اقدار پر موقوف ہو۔ اگر کوئی تعلیمی نظام اس بنیادی اور نازک ترین مقصد مذہب کے تحفظ، فروغ اور اشاعت کو پورا کر رہا ہو تو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بلند مقصد کو پورا کرنے والے قدیم نظام تعلیم کے بارہ میں بھی یہ کہنا کہ یہ ہماری قومی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا ایک گونا گویا اور زیادتی ہے۔

تاہم رپورٹ کے مطابق اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ نظام بھی ہماری موجودہ ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اور صرف دین کی خدمت اور دینی اقدار کا تحفظ ہی اس کا مقصد ہاں اگر برصغیر کی دو سالہ تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ نظام اس مقصد میں کامیاب رہا تو اس کی وجہ بھی ہمارے خیال میں صرف ایک ہے کہ دینی مدارس ہمیشہ حکومت کے کنٹرول اور ہر خداجی دباؤ سے آزاد رہے حالات کی ناسازی، مشکلات اور مصائب کی پروا کئے بغیر یہ مدارس دین کے تحفظ اور صحیح خدمت میں مشغول رہے اور جدید نظام تعلیم حکومتوں کی نگرانی اور امداد سے پھلا پھولا اور بیرونی یا داخلی حکومتوں کی پالیسیاں اس پر اثر انداز ہوتی رہیں۔ اگرچہ یہ عربی مدارس بھی شخصی اغراض اور حکومتوں کی پالیسیاں کی وجہ سے دین کو اس قدر بدل چکے ہوتے کہ اصلی دین کا نام و نشان بھی اس برصغیر میں باقی نہ رہتا امدان مدارس میں دین کی تعمیر و تشریح کا کام حکومتوں کے جانوروں نامہ ائمہ مقاصد اور پالیسیوں کی روشنی میں کیا جاتا اور دین میں سراسر تحریف ہو جاتی جس کی کئی مثالیں اور افسوس ناک نتائج عالم اسلام میں مل سکتے ہیں نہ خود

جنرل آغا محمد یحییٰ خان صاحب صدر مملکت خداداد پاکستان اور ان کے معزز رفقاء نے مملکت کی فلاح کے لیے کئی اصلاحی قدم اٹھائے ہیں اور بہت سے امور کی اصلاح کی طرت توجہ دی جا رہی ہے۔ چنانچہ تعلیم کی اصلاح اور بہبود کی خاطر نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان بھی حکومت کے اسی نیک جذبہ کا منظر ہے۔ اس پالیسی میں مردوبہ و قدیم اور جدید تعلیمی نظاموں میں تبدیلی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جدید تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت کے لیے نوجوان طبقہ تیار کرنا تھا اور اس تعلیم میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو نوجوانوں کو ایک آزاد ترقی پذیر قوم کی سیاسی، سماجی یا اقتصادی ضروریات سے آگاہی بخشنے، بالفاظ دیگر جدید تعلیم کا مقصد لاڈ میکالے کی پالیسی کو پورا کرنا تھا جو حکومت پھلانے کے لیے صرف مشینیں پرندوں کی طرح کام دے سکیں۔ ان کا غالب تو پاکستانی باشندہ دینی ہو مگر دل و دماغ مغربی ہو۔ قوم کی حقیقی فلاح و بہبود ملک اور دین کی بھلائی اخلاق اور سماج کی تعمیر اور معاشرہ کی تربیت سے اس تعلیم کو کوئی غرض نہیں تھی۔ دوسری طرف قدیم تعلیم ہے جو عربی مدارس اور دینی مدارس میں درس نظامی کی شکل میں رائج ہے جس کے بارہ میں رپورٹ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ اس نظام نے اپنے وقت میں ریاستی ضروریات سے آگاہی بھی بخشی اور اس نظام نے بڑے بڑے مفکر، عالم، دانشور اور منظم بھی پیدا کیے۔ اس نظام میں مندرجہ حفظ و تکرار علوم دنیویہ پر بان ماری اس لیے پڑھائے جاتے ہیں کہ خارجی اثرات سے اسلامی ثقافتی اقدار کا تحفظ ہو سکے۔ گویا رپورٹ میں پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ عربی قدیم نظام تعلیم نے اب تک اسلامی اقدار و شعائر اور اسلامی تہذیب کو باقی رکھا ہے یعنی تحفظ کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دسویں برس کی غلامی اور بدترین استبداد کے باوجود اگر آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے تو اس کا سہرا ان قدیم علوم پڑھانے والوں کے سر پر ہے اگر دینی مدارس اپنی موجودہ آزاد شکل میں نہ ہوتے تو آج یہ برصغیر بھی بخارا اور تاشقند یا اندلس کا نمونہ پیش کرتا مگر کچھ ائمہ تقریباً سو فیصد مسلمانوں کا عقائد صحیح پر تھے رہنا اور نصف سے زیادہ مسلمانوں کا عمل اسلامی تہذیب اور اعمال پر قائم رہنا یہ ان مدارس عربیہ کی خدمات جلیلہ کے باوجود ہونے کی واضح دلیل ہے۔ مدتوں اس پر پیگنڈ سے کہ بعد کہ دینی مدارس کا وجود بالکل لغو اور بے کار ہے، موجودہ نئی رپورٹ اور ان مدارس کا اسلامی اقدار کے تحفظ کے سلسلہ میں اعتراف کرنا موجودہ حکومت کی نیک نیتی خلوص اور حق پسندی کی دلیل ہے۔ اس رپورٹ سے کم از کم یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ

ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوا اور ان دینی مدارس کو چلانے والوں اور پڑھنے والوں نے خالص خوشنودی و خاندازی اور خفیہ مذہبی جماعتی کراہت تک یہ خدمت انجام دی۔ قوم نے خدمت کی تب بھی، نہ کی تو تب بھی ان مدارس عربیہ اور ان سے نکلنے والے علماء حق نے تحفظ دین میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ سلسلہ آج تک تو کلاً علی اللہ جاری ہے اور مسلمان قوم کی رضا کارانہ تعاون اور امداد سے یہ تعلیم کام چل رہا ہے۔ محمد اللہ دین محفوظ ہے اور باوجود کوششوں کے دین میں تیز و تحریف نہیں کیا جاسکتا۔ اب حکومت نے اصلاحی جذبہ کے تحت دونوں نظاموں میں دور رس تبدیلیوں کا ارادہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ دنیوی ترقیات اور قومی ضروریات کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کافی کام ہو رہا ہے اور اہم ترین ضرورت ہے کہ ان اداروں میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کی اشاعت کے لیے موثر قدم اٹھایا جائے اس نظام تعلیم کا مقصد صرف لارڈ میکالے کے نظریہ کی تکمیل نہ ہو بلکہ ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت کے لیے نہ صرف دنیا بلکہ دینی لحاظ سے بھی نہایت کامل اور صالح افراد پیدا ہو سکیں

رہا عربی مدارس کا نصاب تو اس میں اگر مروجہ لازمی علوم و فنون جن کی ضرورت ہے اگر شامل کر دیئے جائیں تو اس سے کسی کو انکار نہ ہو گا۔ اس لیے کہ دنیوی علوم و فنون سے کسی دور میں یہ مدارس عربیہ خالی نہیں رہے یہ فنون اب بھی مدارس عربیہ میں مثلاً علم حساب میں خلافت الحساب ریاضی میں تریخ و شرح چغینی تقلیدیں اور فلسفہ قدیم میں صدر الخس بازغہ وغیرہ اور منطق میں کئی کتابیں زیر دس رہتی ہیں۔ اب اگر حکومت بعض عصری ترقی یافتہ علوم اور اضافہ شدہ تحقیقات کو سائنس جغرافیہ وغیرہ کی شکل میں اضافہ کی خواہش رکھتی ہے جسے کا خود مدارس عربیہ کو احساس ہے تو اسے نگاہ تحسین سے دیکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ چند باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

الف: عربی مدارس کے نصاب میں اولیت اور اہمیت بہر حال علوم دینیہ قرآن و حدیث، تفسیر و اصول تفسیر فقہ اصول فقہ اور علوم عربیہ ادب معانی و نحو وغیرہ کو دے، ان علوم میں حکومت کو دخل دینے یا توہم کرنے کا کوئی حق نہ ہو۔ دہ نئے علوم کے اضافہ اور نصاب میں کمی بیشی کی نگرانی کا کام مدارس عربیہ کی اپنی ایک با اختیار تنظیم اور کسی فعال بورڈ کے ہاتھ میں رہے جس میں شامل علماء و مدارس عربیہ کے تمام مسائل کی اہمیت اور مسلک و مشرب سے آگاہ ہوں مستند ہوں اور حکومت کے اثر سے آزاد ہوں جن کے تقویٰ و دیانت اور علمی عبادت پر اعتماد ہو اور کم از کم دس سالہ تجربہ مدارس عربیہ میں پڑھنے پڑھانے کا انہیں حاصل ہو اس بورڈ میں ملک کے مستند اور ممتاز علماء عربیہ کے متمہدین یا صدر مدرس کی کم از کم دو تہائی اکثریت ہونی چاہیے پھر اس بورڈ کے اراکین پر عامۃ المسلمین اور اہل علم کا اعتماد بھی ہو۔ اگر اس بورڈ کا تقرر حکومت کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو خطرہ ہے کہ اس میں سابقہ ثقافتی یا سرکاری تحقیقاتی اداروں جیسے نام نہاد "علامہ ادرحق" قسم کے لوگ شامل کر دیئے جاتے جو اس نظام تعلیم کا سارا نقشہ ہی بدل دیں گے۔

د: اس با اختیار تنظیم کی ایک مثال ہمارے سامنے مدارس عربیہ کی ایک تنظیم دفاق المدارس کی شکل میں موجود ہے جس کا مرکز ملتان میں ہے حدود دعائیٰ سو مدارس اس سے منسلک ہیں اور دس نظامی کی انتہائی کلاس دورہ حدیث شریف کے امتحانات دس سال سے اس تنظیم کی نگرانی بھی کرتی ہے اور نصاب میں کمی بیشی بھی عرصہ سے اس کے ہاں زیر غور ہے۔ دفاق المدارس بھی زیادہ فعال، منظم اور با اختیار بنا دینے کی صورت میں ملک کے بعض دیگر ممتاز مدارس بھی اس سے الحاق کر سکتے ہیں اور بلا کسی دخل اندازی کے حکومت کی نصاب کے سلسلہ میں ماہر اساتذہ اور کتابوں کی فراہمی اور رسدات کی منظوری وغیرہ متبادل دوسری کسی خود مختار تنظیم کے نامزد کردہ بورڈ کی نگرانی کر سکتے ہیں اور اس میں غیر ملکی مدارس یا جدید علوم کے ماہرین کو بھی نمائندگی دے دی جائے اور اسے با اختیار اور آزاد چھوڑ دے تو حکومت ایک تو بھاری اخراجات سے بچ جائے گی، دوسرے مدارس بھی نظام تعلیم کا معیار باقی رکھنے کے سلسلے میں کئی پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے محفوظ رہیں گے (د) مدارس عربیہ کے امتحانات اور تعلیمات کی نگرانی، نصاب میں مشورہ

اور دہنمائی کا کام اس بورڈ کے ہاتھ میں ہو اور دیگر تمام داخلی انتظامی امور اساتذہ کا نصب و عزل وغیرہ کا اختیار مقامی مجلس منتظمہ اور مہتمم کی مرضی سے (د) مالیات کے سلسلہ میں بھی مدرسہ کلاً خود مختار رہے اور اس کے آمد و خرچ کا کام مجلس منتظمہ ہی پر چھوڑ دے بالفاظ دیگر حکومت مدارس عربیہ کے اخراجات کا جو بھیت اہمال پر نہ ڈالے، اگر کمیشن اور غیر مشروط کسی قوت بطور علیحدہ دے تو خرچ نہیں، البتہ گرانٹ کے نام پر حکومت دینی عربی مدارس کی امداد نہ کرے تاکہ ان مدارس کے ساتھ قوم کا تعاون اور اعتماد بڑھ رہے اور مالی طور پر حکومت کا دست مگر بننے کی وجہ سے ان علوم کی آزاد اسلامی روح بھی مجروح نہ ہونے پائے۔ دو سو سال سے قوم جس خلوص سے ان مدارس کے خیر و خواہشات برداشت کرتی چلی آئی ہے، یہ جزیرہ حق اس صورت میں آئندہ بھی قائم رہ سکتی ہے کہ حکومت کا مالی تعاون نہ ہو۔ اگر قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان دینی مدارس کو حکومت باقاعدہ مشروط امداد دے رہی ہے تو وہ کتنا کوشش ہو جائے گی اور سارا جو بھیر سرکاری خوانہ پر پڑ جائے گا جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے اس نظام کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بنے گا اور بنیادی بات دہی ہے کہ دین حکومت کی آئے دن کی پالیسیوں کے نیچے پس جائے گا اور نادانستہ حکومت کا یہ اصلاحی قدم دین کے ختم کرنے اور اس ملک کی نظریاتی اساس کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

(د) مدارس عربیہ کو مالیات کے لحاظ سے آزاد چھوڑ دینے کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ دینی علوم اور مدارس عربیہ کے نام پر بددیانتی کرنے لگیں گے۔ تو اس کے تدارک کے لیے حکومت یا منتخب بورڈ ہر مدرسہ کے مالیات آمد و خرچ اور حسابات کی جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ واقعی فلاں مدرسہ موجود ہے یا نہیں۔؟ اور تعلیمی سلسلہ میں باقاعدہ جاری ہے یا نہیں اور اس کا حساب کتاب درست ہے یا غلط۔؟

رہا یہ سوال کہ حکومت کی مالی سرورستی نہ کرنے اور مالی امداد نہ دینے کی

منہک کرنے کا نتیجہ بھی نکلے گا کہ دین کے تحفظ کا جو کام ہو رہا ہے وہ بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

(دب) مشنری اداروں کو بند کر دینے کا جو یہ بھی نہایت قابل تحسین ہے اس سے لادینی اور مغربی فتنوں کا دروازہ بند ہو جائے گا، البتہ پاکستان اقلیتوں اور عیسائیوں کے سکولوں کے آزاد چھوڑ دینے میں یہ خطرہ ہے کہ جو خطرات غیر ملکی مشنری اداروں سے بلا واسطہ درپیش تھے۔ اب وہ ان ملکی اداروں کے ذریعہ بالواسطہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے رہیں گے۔ لہذا ایک تو ایسے اداروں میں کسی مسلمان بچے کو داخلہ کی اجازت نہ ہو۔ دوسرے ملک کی سلامتی کی خاطر اور ان کی ریشہ دوانیوں سے اسکاہ رہنے کیلئے ان اداروں کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

(ج) رپورٹ میں اسلامیات کو میٹرک تک لازمی اور پورٹ کو یونیٹ کے درجہ کے لیے اختیاری قرار دیا گیا ہے، مگر اسلامیات کو آخری درجوں تک لازمی قرار دینا چاہیے اور اس میں ناکام ہونے کی صورت میں آخری ڈگری بھی روک دینی چاہیے اس کے بغیر محض اوصوادی اور سرسری دینی معلومات کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوگا بلکہ نیم عالم خطرہ ایمان کا منظر ہوگا اور آگے چل کر دین کے بارہ میں ایسے اذہان اریاب اور تذبذب کا شکار ہوں گے۔

(د) ایک اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ اسلامی اخلاق و کردار کا عملی نمونہ ہونے کے اسوہ حسنہ پر مامون ہوں۔ اس طرح اساتذہ کی زندگی اور تربیت کا اثر اگلا پڑے گا، اور نہ اسے محقق قسم کے اساتذہ میں یہ چیز ضرور ملحوظ ہے کہ کم از کم ظاہری طور پر تو وہ مشرق اور احکام شریعت کی پابندی کرنے والے ہوں۔

آخر میں ہم تعلیمی پالیسی پیش کرنے والے محترم جناب ارشد اعلیٰ نور خان دہن کے اخلاص و تدبیر اور عالی ہمتی کی بڑی شہرت ہے اسے توقع رکھتے ہیں کہ وہ سو برس کے دور خلائی کی خرابی کی جڑیں بہت دودھ تک پہنچ چکی ہیں کسی بھی انقلابی قدم اٹھانے سے پہلے مسئلہ کے تمام گوشوں کو دیکھ کر نہایت حکیمانہ، مدبرانہ اور غیر عاجلانہ قدم اٹھانا چاہیے۔ جدید تعلیمی نظام میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان لاکھوں افراد کے دینی و اسلامی تربیت پر بھی توجہ دینی چاہیے جن کا ذہن و دماغ جدید تعلیم کے ساتھ نہیں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نظام کی افادیت ان کے دل میں راسخ ہو چکی ہے۔ یہی لوگ اس نئے تعلیمی نظام کو چلانے والے ہوں گے تو جب تک اس محکمہ سے وابستہ لاکھوں افراد دل و دماغ سے اسلامیات کی فوقیت اور عظمت کے قائل نہ ہوں گے وہ اسے نئی نسل کے قلوب میں پوری شہرت و صد کے ساتھ کب اتار سکیں گے۔ اسی طرح جب قدیم علوم پڑھانے والوں کو اس نظام کی افادیت کا علم ہوگا تو وہ جدید علوم و فنون کو بھی بخوشی قبول کریں گے۔

ہم انقلابی حکومت کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ملک و ملت کی اصلاح کی خاطر اصلاحی اقدامات کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین و ملک اور مسلمانوں کی کامیابی و سرخوردگی کے لیے کام کرنے کی انہیں صحیح توفیق عطا فرمادے

عبدالحق مخدوم ۲۶ جولائی ۱۹۶۹ء

بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صورت میں علماء اور طلباء کا معیار دینی معیار اور دینی معیار ہوسکا اور معیار زندگی کمزور رہے گا تو گزارش ہے کہ علماء حق اور دینی مدارس واسے یہ خدمت دو سو سال سے فقرو فاقہ برداشت کر کے بقدر

کی زندگی گزار کر انجام دیتے آئے ہیں۔ یہ جماعت علوم انبیاء کی وارث ہے جن کا اعلان تھا کہ

(علماء کے سامنے اصل مسئلہ اپنے لیے معاشی خوشحالی نہیں ہیٹ کا مسئلہ نہیں بلکہ دین کی بقا اور تحفظ کا ہے اگر حکومت کی کسی نئی پالیسی سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے اور کسی اقدام سے علماء و بانی کا گروہ مطمئن نہیں ہوتا تو وہ ایسے مدارس کو چھوڑ کر اسلام کی طرح جنگوں اور درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر دناشت نبوت علوم نبویہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ انہوں نے ہوسیدہ چٹانوں پر بیٹھ کر برطانیہ اور انگلینڈ کے علی الرغم دین کی خدمت کی تو اب تو محمد اللہ اپنی حکومت ہے اور علماء ملک کی بقا کی خاطر اور بھی بلا جرحہ کر دین کی حفاظت کریں گے۔ یہ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ حکومت دین کی بقا چاہتی ہے نہ کہ ضعف و ضعف اور اس میں تحریف مگر سابعہ تجربات بتلاتے ہیں کہ جب بھی خود غرض اور مطلق الخائن قسم کے لوگ اقتدار پر قابض ہوتے تو وہ دین میں دخل اندازی کرنے لگے اور اسے اپنی خواہشات کا خادم اور حاشیہ بردار بنانے لگے جس کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ دین ایسے ملک سے کسی دوسری جگہ اپنا ڈیرہ ڈال دیتا ہے اور خود یہ قوم نہ دین کی رہتی ہے اور نہ دنیا کی۔ بلکہ

اس وقت علماء حق اسلام کی خاطر سوشلزم، اشتراکیت، مغریت اور دیگر لادینی فتنوں کے مقابلہ میں بلا کسی خوف اور لالچ کے سینہ سپر ہیں۔ تو ہمیں یقین ہے کہ دین کی ترویج اور فروغ کی خاطر بغیر طبع ولا لچ اور محض خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کرنے سے علماء حق قدیم دینی نظام تعلیم کو محفوظ رکھیں گے اور ہوسیدہ چٹانوں اور باسی ٹکڑوں پر گزراؤات کے کے علوم دینی کی درس و تدریس کو جاری رکھیں گے۔ اس وقت ممکن ہے کہ کچھ لالچی قسم کے لوگ مدارس عربیہ پر حکومت کے کنٹرول اور تسلط کی تائید کریں مگر یہ لوگ نہ تو حکومت کے خیر خواہ ہوں گے نہ دین کے اور نہ اس ملک کے بلکہ انہیں محض اپنے وقتی مفادات عزیز ہوں گے۔ اہل حق کا گروہ ہر حال میں بغیر کسی لومہ لائم کے فریضہ مذہبی ادا کرنے میں سعی یلین کرتا رہے گا اور

کے وعدہ کے مطابق خداوند کریم کی نصرت غیبی ان کے شامل حال رہے گی۔

دو ایک مزید گزارشات پیش ہیں:

الف: اسلامی مدارس کو جدید نظام تعلیم میں مدغم کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ جدید نظام تعلیم کو درست کیا جائے جس پر حکومت کا کردار و دوپہ خراج ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی کے نتائج اگر پاکستان اور دین کے حق میں ظاہر ہوتے تو اس کی افادیت کے بعد مذہبی مدارس خود بخود اپنے نظام میں تبدیلی کا اتفاق کرنے لگیں گے۔ مگر اب تک جدید نظام تعلیم جو دین کے لیے فٹ ہے اور نہ دنیا کے لیے اس میں اہم انقلاب لائے بغیر دینی مدارس کو اس سے